# الانتقاد علی تاریخ التمدن الاسلامی

## علامہ شبلی کا ایک عظیم الشان کارنامہ

عرفات ظفر ☆


## *Al-Inteqad: Shibli's Remarkable Contribution*

Lebanon based, Christian writer, journalist and historian Jurji Zaidan (1861- 1914) wrote many articles, historical novels and books on Islamic History. His famous book *"Tarikh Tamaddun al-Islami"* (History of Muslim Civilization) in 5 volumes, was infact a biased study of Islamic history in general and Umayyad history in particular. The book was translated from Arabic to English and became very popular amongst the orientalist.

It was only Shibli Nomani (1857- 1914) who strongly retaliated against his work and wrote a detailed article entitled *"Al-Inteqad"*. Shibli examined Jurji Zaidan's work with all his knowledge of history and objectively without any shade of apology. This paper is an overview of *"Al-Inteqad"*.


**Key words:** *Jurji Zaidan, Tarikh Tamaddun al-Islami, Shibli Nomani, Al-Inteqad.*

☆ ڈاکٹر عرفات ظفر، شعبۂ عربی، لکھنؤ یونیورسٹی

انیسویں صدی کے ربع آخر اور بیسویں صدی کے اوائل میں جو شخصیت مکمل طور پر ہندوستان کے علمی اُفق پر چھائی رہی وہ علامہ شبلی نعمانی (۱۸۵۷ء۔۱۹۱۴ء) علیہ الرحمۃ کی ذات برکات ہے۔ان کی شخصیت انتہائی جامع اور ہمہ گیر، ان کی سرگرمیوں کا دائرہ بہت وسیع اور ان کے کارنامے نوع بنوع ہیں۔ ہندوستانی مسلمانوں کی مذہبی، تعلیمی، تہذیبی اور سیاسی زندگی کا کون سا شعبہ ہے جس میں مولانا نے اپنے روشن نقوش ثبت نہ کیے ہوں، کون سا علمی وادبی ادارہ اور کون سی اصلاحی وتعلیمی تحریک ہے جو مولانا کے فیض سے بے نیاز رہی ہو۔

علامہ شبلی کا بیشتر علمی وتصنیفی ورثہ اردو زبان میں ہے لیکن عربی زبان یکسر مولانا کے رشحات قلم سے محروم نہیں رہی بلکہ مولانا کی چند ابتدائی تصانیف عربی زبان ہی میں ہیں، (۱) جن کی بدولت علامہ کی شہرت ہندوستان کے حدود سے نکل کر روم ومصر وشام اور عالم اسلام کے دوسرے خطوں تک بھی پہنچ گئی۔(۲) علامہ شبلی کی عربی تصانیف میں **الانتقاد علی تاریخ التمدن الاسلامی** بڑی اہمیت کی حامل ہے۔اس کو علامہ شبلی کے بعض جاوداں کارناموں میں شمار کیا جاتا ہے۔(۳) اس کتاب کو مصر کے علماء ودانشوروں نے بھی انتہائی قدر کی نگاہ سے دیکھا اور وہ شبلی نعمانی کی مؤرخانہ بصیرت، بلند تحقیقی معیار، عربی علوم میں دسترس اور اسلامی تاریخ سے گہری واقفیت کے معترف ہو گئے۔ **الانتقاد** میں علامہ شبلی نے **تاریخ التمدن الاسلامی** کے مصنف جرجی زیدان کے ذریعہ اسلامی تاریخ اور عرب خلفاء وحکمرانوں پر لگائے گئے بے جا الزامات کی نہایت مدلل انداز میں تردید کی ہے۔ یہ کتاب مولانا کی دینی غیرت اور عربوں کے تئیں ان کی حمیت کا مبین ثبوت ہے۔ زیر نظر مقالہ میں مولانا کے اسی علمی ورثہ کا تعارف وجائزہ پیش کیا جارہا ہے۔

**تاریخ التمدن الاسلامی** کے مصنف جرجی زیدان (۱۸۶۱ء۔۱۹۱۴ء) مصر میں قیام پذیر بیروت نژاد عیسائی مؤرخ، صحافی اور ادیب ہیں۔ان کا رسالہ ''الهلال'' ان دنوں بہت مشہور تھا۔عربی علوم وفنون اور اسلامی تاریخ پر ان کی کئی کتابیں ہیں جن میں قابل ذکر **العرب قبل الاسلام، تاریخ آداب اللغة العربية** (چار جلدوں میں) اور **تاریخ مصر الحدیث** ہیں۔وہ عربی زبان میں تاریخی ناول نگاری کے بانی وموجد کی حیثیت سے مشہور ہیں اور بیس کے قریب تاریخی ناول ترتیب دیئے ہیں، جس میں انہوں نے اسلامی عہد کے کسی نہ کسی واقعہ کو پرکشش اور پرلطف بنا کر پیش کیا ہے۔ان میں سے چند کے نام بطور مثال پیش ہیں: **فتاة غسّان، عذراء قريش، غادة كربلا، ابو مسلم الخراساني، العباسة أخت الرشيد، عروس فرغانة، صلاح الدين، شجر الدّر**۔(۴)

لیکن ان کی سب سے مشہور کتاب **تاریخ التمدن الاسلامی** ہے جو عربی میں پانچ جلدوں پر مشتمل ہے اور جس کی اشاعت نے عرب اور اسلامی دنیا کے علماء وفضلاء کو بے چین کر دیا۔ یہ کتاب مستشرقین کے حلقہ میں بہت مقبول ہوئی۔ آکسفورڈ یونیورسٹی کے پروفیسر مارگولیوتھ نے اس کا انگریزی میں ترجمہ کیا، جس سے اس کتاب کے خیالات اور اس میں شامل مسموم افکار کی اشاعت نہایت وسیع پیمانہ پر ہوئی۔ بظاہر تو یہ کتاب مصنف نے اسلام اور مسلمانوں کی مدح سرائی اور عربی واسلامی تہذیب کو اجاگر کرنے کے لیے لکھی ہے لیکن اس کے پس پردہ انہوں نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سخت متعصبانہ حملے کیے ہیں جن کی سنگینی اور ہولناکی عام قاری تو درکنار اچھے اچھے اہل علم اور اصحاب نظر سے بھی مخفی رہی۔ یہی وجہ ہے کہ اس کتاب کا ترجمہ ترکی اور اردو زبانوں

میں بھی کیا گیا۔

اس کتاب کی تصنیف سے پہلے علامہ شبلی نعمانی اور جرجی زیدان ایک دوسرے سے متعارف تھے۔ دونوں میں خط و کتابت تھی۔ جرجی زیدان کا مشہور رسالہ ''الہلال'' مولانا کے پاس آتا تھا۔ مولانا کے مضامین بھی اس رسالہ میں شائع ہوتے تھے۔ (۵) تاریخ التمدن الاسلامی کی تالیف میں جرجی زیدان نے مولانا شبلی کی تحریروں سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔ وہ اس بات کا اعتراف بھی کرتے ہیں کہ شبلی کی تحریروں کو پڑھ کر ان کی رسائی اصل عربی آخذ تک ہوئی۔ وہ لکھتے ہیں:

''یورپین مصنفین کی کتابوں میں عربوں سے منسوب جو کارنامے بیان ہوئے ہیں ان کا ذکر مجھے عربی مصادر کی کتابوں میں نہیں ملا جس کی وجہ سے اس کی صحت مجھے مشکوک معلوم ہوئی کیونکہ یہ واقعات محتاجِ تحقیق ہیں۔ مجھے اردو زبان میں لکھی ہوئی شیخ شبلی نعمانی کی کتاب ''رسائل شبلی'' دستیاب ہوئی جس میں مستند حوالوں کے ساتھ عربوں کے مدارس، شفاخانے، کتب خانے اور ان کی تصنیفات کا ذکر متعدد فصلوں میں ہے۔ درحقیقت یہ ایک عظیم الشان کتاب ہے۔ اس کے واسطہ سے اس موضوع پر علماء کی آراء و تحقیقات کو پڑھ کر جب میں نے اصل عربی آخذ کی طرف رجوع کیا اور دقت نظر کے ساتھ ان واقعات کی تلاش و تحقیق کی تو مجھ کو حیرت انگیز تمدنی سرمایہ ہاتھ آیا، بالخصوص علم و ادب کے میدان میں عربوں نے جو کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں۔ جس کو آپ کتاب کے اس حصہ میں تفصیل سے ملاحظہ کریں گے۔'' (۶)

چنانچہ کتاب کی پہلی جلد کی اشاعت پر جرجی زیدان نے اسے مولانا کی خدمت میں ارسال کیا۔ مولانا نے اس کتاب کو سرسری طور سے دیکھ کر اجمالا اس کی تعریف کی۔ البتہ مولانا چونکہ مصنف کی عادات، ان کے طریقۂ استدلال اور ان کی افترا پردازی سے واقف تھے اس لیے انہوں نے خط لکھ کر مصنف سے حوالہ کا اہتمام کرنے کے لیے کہا۔ (۷) جرجی زیدان نے کتاب کی دوسری جلد کے مقدمہ میں مولانا کے اس خط اور ان کے مشورہ کا ذکر کیا ہے۔

۱۹۱۰ء میں جرجی زیدان کی یہ کتاب جب مکمل ہوگئی تو علامہ شبلی کو یقین ہوگیا کہ مصنف نے سہو ونسیان کی بنیاد پر نہیں بلکہ عمداً اس نے اسلامی تاریخ وثقافت اور مسلم خلفاء وحکمرانوں کو ہدف تنقید بنایا ہے اور کذب وخیانت سے کام لے کر روایات میں تحریف اور غلط استدلال کے ذریعہ اسلامی تہذیب وتمدن کو مسخ کر کے اس کی بدنما تصویر پیش کی ہے جس میں اس کے مذہبی تعصب کا غیر معمولی دخل ہے۔ اسی وقت مولانا نے جرجی زیدان کے مکر وفریب، اس کی بددیانتی اور اس کتاب کی حقیقت سے پردہ اٹھانے کا مکمل عزم کرلیا۔ لیکن مولانا اپنی دوسری مصروفیات بالخصوص ندوۃ العلماء کے معاملات سے حد درجہ اشتغال کے باعث اس اہم کام کی طرف توجہ نہ کرسکے۔ البتہ مولانا سید سلیمان ندویؒ سے اس کتاب کی تردید وتنقید میں دو مضمون لکھوا کر الندوہ میں شائع کروایا۔

## الانتقاد کی تالیف کے محرکات:

۱۹۱۱ء میں چند ایسے واقعات پیش آئے جس کے سبب مولانا نے اپنے تمام ضروری کاموں کو کچھ دن کے لیے پسِ پشت

ڈال دیا اور تاریخ التمدن الاسلامی کا مفصل ناقدانہ جائزہ لینے کے لیے کمر بستہ ہوگئے۔ اس سلسلے میں سب سے پہلا واقعہ یہ پیش آیا کہ علی گڑھ میں عربی کے پروفیسر یوسف ہارویز (Joseph Horovits) کی تجویز سے اس عربی کتاب کا کچھ حصہ ہمارے صوبہ کے عالم فاضل کے امتحان میں رکھا جانے لگا۔ اس واقعہ سے متعلق مولانا ۲۹ راگست ۱۹۱۱ء کو اپنے ایک خط بنام مولانا ابوالکلام آزاد میں لکھتے ہیں:

''تمدنِ اسلامی کا ضرر بہت متعدی ہوا۔ یہاں تک کہ ڈاکٹر ہارویز پروفیسر علی گڑھ نے اپنی تحریری رائے یونیورسٹی میں بھیجی کہ امتحانات عالم و فاضل میں وہ داخل درس کی جائے، مجھ پر اس کا سخت اثر ہوا اور میں نے سب کام چھوڑ کر اس کی دروغ بافیوں پر ایک مضمون لکھنا شروع کیا۔ اس وقت تک بیس صفحے ہو چکے ہیں۔ عربی میں لکھوں گا اور عربی اخبارات میں طبع کراؤں گا۔'' (۸)

اس سلسلے کا دوسرا واقعہ یہ ہوا کہ پروفیسر مارگولیوتھ کے انگریزی ترجمہ کے اثر سے اس کتاب کے خیالات کی گونج ہندوستان میں بھی سنائی دینے لگی اور اسی زمانے میں ٹائمس نے ایک مضمون لکھا کہ حضرت عمرؓ کا کتب خانہ اسکندریہ کو جلانا ثابت ہے جیسا کہ جرجی زیدان نے اپنی تاریخ التمدن الاسلامی میں اس کو جدید دلائل سے ثابت کیا ہے۔ اسی سیاق میں مولانا اپنے دوست مولوی ریاض حسن خان صاحب کو لکھتے ہیں:

''جرجی زیدان کے صرف ایک حصہ کا انگریزی میں ترجمہ ہوا ہے۔ مارگولیوتھ نے کیا ہے، جو اسلام کا سخت دشمن ہے اور در حقیقت اسی انگریزی ترجمہ نے مجھ کو رد کرنے پر آمادہ کیا۔'' (۹)

ان واقعات سے مولانا سخت برافروختہ ہوئے اور اپنی تمام مصروفیات سے کنارہ کش ہو کر پوری یکسوئی اور تندہی کے ساتھ تمدنِ اسلامی کی تنقید لکھنے اور مصنف کی دروغ گوئی سے پردہ اٹھانے پر لگ گئے۔ الانتقاد کی تالیف میں علامہ شبلی نے جس جانکاہی و جان فشانی کا مظاہرہ کیا اس کے متعلق سید صاحب حیاتِ شبلی میں رقم طراز ہیں:

''غالباً اگست ۱۹۱۱ء سے مولانا پورے انہماک کے ساتھ اس کام میں مصروف ہوئے جو کئی مہینے تک جاری رہا۔ بیسیوں تصنیفات کے ہزارہا صفحات جن کے حوالے اصل کتاب میں تھے ان کو ملا ملا کر دیکھنا اور مختلف ایڈیشنوں کو تلاش کرنا اور ان میں مصنف کے دیئے ہوئے حوالوں کو ڈھونڈنا آسان کام نہ تھا۔ یہ رمضان کا مہینہ اور برسات (ستمبر) کی اُمس اور حبس، مولانا روزہ رکھ کر اس طرح کتابیں دیکھنے، پڑھنے اور لکھنے کی محنت اٹھاتے رہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ایک آنکھ میں پانی اتر آیا اور اس کی بینائی گویا جاتی رہی، اس پر بھی کام جاری رہا اور اس کو تمام کر کے چھوڑا۔'' (۱۰)

مولانا اپنی اس بیماری کی اطلاع دیتے ہوئے بڑی حسرت کے ساتھ مولانا آزاد کو لکھتے ہیں:

''تمدن کے رد میں ابتداءً ایک ہفتہ میں اس قدر انہماک رہا کہ ایک آنکھ میں پانی اترنا محسوس ہوا اور اس سے حرف نظر نہیں آتے۔ ایک آنکھ جو صحیح ہے اس پر بھی بہر بار معلوم ہوتا ہے۔ اب لکھنا پڑھنا بالکل کم ہو گیا ہے، اس لیے ساٹھ صفحے ہو کر رہ گئے اور اسی پر کتاب ختم کر دی۔ طبیعت بہت افسردہ رہتی ہے، سپاہی کا ہتھیار چھن جائے تو پھر وہ

کس کام کا ہے۔" (۱۱)

مولانا کی صحت ساتھ دیتی اور آنکھ کا یہ عارضہ پیش نہ آیا ہوتا تو شاید اس کتاب کا حجم اور بھی بڑھ جاتا۔ بہرحال اس کتاب کو مولانا نے سب سے پہلے ۱۹۱۲ء میں لکھنؤ کے ایک پریس "مطبع آسی" سے شائع کروایا اور ساتھ ہی اس کے اجزاء مصر میں سید رشید رضا ایڈیٹر "المنار" کے پاس بھیجتے رہے، جو المنار میں بالاقساط شائع ہوئے۔ بعد میں سید رشید رضا نے اس کو ایک مستقل رسالہ کی صورت میں شائع فرمادیا۔ علاوہ ازیں اس کا اردو خلاصہ بھی مولانا نے کیا جو اکتوبر ۱۹۱۱ء کے الندوہ میں شائع ہوا۔

## الانتقاد سید رشید رضا کی نظر میں:

الانتقاد کی تمہید میں شیخ رشید رضا نے لکھا ہے کہ وہ پہلے عربوں بالخصوص بنوامیہ پر جرجی زیدان کے حملوں اور ان کے اعتراضات کو قصداً یا عمداً نہیں سمجھتے تھے بلکہ اسے ان کی قلت فہم کا نتیجہ قرار دیتے تھے۔ لیکن بعد میں انہیں جرجی زیدان کی گفتگو اور تحریروں سے ان کے شعوبی ہونے کا یقین ہوگیا۔ انہوں نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ کسی جزوی واقعہ کو کلی قاعدہ بنا کر پیش کرنا جرجی زیدان کی ایسی عادت ہے جس کی مثال ان کی تمام تصانیف میں ملتی ہے۔

سید رشید رضا نے الانتقاد کی اشاعت کے وقت اپنے مجلّہ "المنار" میں جو تمہید لکھی تھی اس میں انہوں نے اس بات کا اعتراف کیا تھا کہ مصر میں جرجی زیدان کی کتاب تاریخ التمدن الاسلامی کی تردید وتنقید کا فریضہ بحسن وخوبی انجام نہیں پاسکا۔ صرف مجلّہ المویداور المنار میں اس سلسلے کے چند مضامین شائع ہوئے تھے، لیکن ایک ہندوستانی عالم نے پورے عالم اسلام کی جانب سے یہ فریضہ انجام دے دیا ہے۔ شیخ رشید رضا نے المنار کی تمہید میں علامہ شبلی کا ذکر جن الفاظ میں کیا ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ شبلی کے دل سے قدردان اور ان کے اس کام سے نہایت خوش اور مطمئن تھے۔ لکھتے ہیں:

"وقد انبری فی هذه الأیام الشیخ شبلی النعمانی العلامة المصلح الشهیر مؤسس جمعیة ندوة العلماء فی الهند و محرّر مجلتها إلی الرد علی هذا التاریخ و کتب إلینا أنه یرید أن یرسل إلینا مایکتبه و یطبعه من هذا الرد بالتدریج لننشره فی المنار کلما طبع منه شیئا فی لکناؤ إلی أن یتم، ولما کان الانتقاد من مثل هذا العالم المؤرخ هوضالتنا و ضالة صدیقنا و صدیقه المؤلف بادرنا إلی نشره." (۱۲)

[ان دنوں شیخ شبلی نعمانی جو ایک بڑے عالم، معروف مصلح اور ہندوستان میں جمعیت ندوۃ العلماء کے بانی اور اس کے ترجمان (الندوۃ) کے ایڈیٹر ہیں، انہوں نے تاریخ التمدن الاسلامی کی تردید لکھنی شروع کی ہے اور ہم کو یہ لکھا ہے کہ وہ اس کو لکھنؤ میں چھپوار ہے ہیں اور اس کے مطبوعہ اجزاء کو بالتدریج ہمارے پاس بھیجتے رہیں گے تاکہ ہم اسے المنار میں شائع کریں۔ ایسے عالم ومؤرخ کی تنقید درحقیقت ہمارا قیمتی علمی سرمایا ہے اور نہ صرف ہمارا بلکہ ہمارے اور ان کے دوست جرجی زیدان کا بھی۔ اس لیے ہم نے اس کی اشاعت میں عجلت کی۔]

سید رشید رضا نے اپنے مجلّہ المنار میں علامہ شبلی اور ان کے اس کام کی بڑی تعریف کی اور اس اہم کام کے انجام پانے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور لکھا کہ وہ مصر کے کئی علماء کو ادھر متوجہ کر چکے تھے مگر کسی نے ہمت نہیں کی۔ بحمد للہ یہ فرضِ کفایہ ہندوستان کے ایک عالم سے ادا ہو سکا۔ (۱۳) مولانا سید سلیمان ندوی نے مولانا حبیب الرحمٰن خان شروانی کے حوالہ سے حیات شبلی میں یہ بھی لکھا ہے کہ سید رشید رضا نے مولانا شبلی کو لکھا کہ میں خود بھی تردید کرنا چاہتا تھا مگر جرجی زیدان کے مکائد اس قدر پھیلے ہوئے تھے کہ ان کو سمیٹ کر یکجا کرنا اور ان کی تردید کرنا قابو میں نہ آتا تھا۔ آپ نے اس پر قابو پالیا اور تردید کر دی۔ (۱۴)

جرجی زیدان کے مکائد اور ان کے مکر و فریب کی داستان اس قدر پھیلی ہوئی تھی کہ پورے عالم اسلام سے کوئی بھی اس خدمت کو انجام دینے کے لیے ہمت نہیں جٹا پایا۔ مولانا نے اس اہم کام کا بیڑا اٹھایا اور مصنف کے سارے الزامات کی تردید کی۔ ان کے اس کام کی مصر سمیت تمام عالم اسلام کے علماء نے قدر کی اور ان کی جلالتِ علمی کے معترف ہو گئے۔ اس کتاب کی اشاعت نے ہندوستان، مصر اور دنیائے اسلام کے دوسرے حصوں میں جہاں تک جرجی زیدان کی تاریخ التمدن کا زہر پھیلا تھا تریاق کا کام کیا اور مولانا سید سلیمان ندوی کے بقول ''ایک بڑے فتنے کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ ہو گیا۔'' (۱۵)

## الانتقاد کے اہم مباحث:

علامہ شبلی نے اس کتاب کے مباحث میں جرجی زیدان کے اعتراضات کو پیش کر کے تاریخ کی معتبر کتابوں کے حوالے سے ان پر مدلل بحث کی ہے اور ہر ہر اعتراض کا تشفی بخش جواب دیا ہے نیز مصنف کی کج روی کو بھی اجاگر کیا ہے۔ علامہ نے اس میں جن موضوعات کا استقصاء کیا ہے ان کی فہرست حسب ذیل ہے:

۱۔ عجمیوں کے تئیں عربوں کا تعصب
۲۔ بنو امیہ کے عیوب
۳۔ خلفاء پر خانۂ کعبہ اور قرآن مجید کی توہین کا الزام
۴۔ اموی خلفاء و حکام کا ظلم و ستم
۵۔ جزیہ اور اسلام
۶۔ بعض اموی خلفاء کی سیرت اور ان کی فتوحات
۷۔ عہد اموی میں علوم و معارف کا ارتقاء
۸۔ عباسی خلفاء کے ساتھ مصنف تمدنِ اسلام کا رویہ
۹۔ خلفائے راشدین
۱۰۔ کتب خانۂ اسکندریہ کی تباہی
۱۱۔ زمینوں پر زیادتی
۱۲۔ علوم اسلامیہ کی تاریخ

کتاب کا آغاز مولانا نے انتہائی پرجوش اور عربی و اسلامی غیرت و حمیت سے لبریز لب و لہجہ میں کیا ہے۔ مولانا کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

''هل كنت أرضى بأن تمدحني و تهجو العرب، فتجعلهم غرضا لسهامک و دریة لرمحک، ترمیهم بکل معیبة و شین و تعزو إلیهم کل دنیئة و شرّ، حتی تقطعهم إربا إربا و تمزقهم کل ممزّق. و هل کنت أرضی بأن تجعل بنی أمیة لکونهم عربا بحتا من أشرّ خلق الله

و أسواهم يفتكون بالناس و يسومونهم سوء العذاب و يهلكون الحرث و النسل و يقتلون الذرية و ينبهون الأموال و ينتهكون الحرمات و يهدمون الكعبة و يستخفون بالقرآن. و هل كنت أرضى بأن تنسب حريق الخزانة الإسكندرية إلى عمر بن الخطابؓ الذى شهدت بعدله الأرض و السماء. وهل كنت أرضى بأن تمدح بني العباس فتعدّ من مفاخرهم أنهم نزّلوا العرب منزلة الكلب حتى ضرب بذلك المثل وأن المنصور بنى القبة الخضراء إرغاما للكعبة و قطع الميرة عن الحرمين استهانة بها، وأن المأمون كان ينكر نزول القرآن وأن المعتصم بالله أنشأالكعبة فى سامرا و جعل حولها مطافا و اتخذ منى و عرفات." [۱۶]

[ترجمہ: اے فاضل مصنف کیا اس بات سے میں خوش ہوسکتا ہوں کہ تم میری تو تعریف کرو اور عربوں کی مذمت کرو، ان کو طعن و تشنیع کا نشانہ بناؤ، اور ہر قسم کے عیب اور برائی کو ان کی جانب منسوب کرو اور ان کی عظمت اور مجد و شرافت کو پارہ پارہ کردو۔ کیا میں یہ برداشت کرسکتا ہوں کہ تم بنواُمیہ کو محض ان کے خالص عرب ہونے کی بناء پر بدترین مخلوق سے تعبیر کرو اور ان کے بارے میں کہو کہ وہ بدمعاملہ، ظالم، فسادی اور لٹیرے تھے۔ وہ قتل و غارت گری مچانے والے اور عزتوں کو پامال کرنے والے تھے۔ خانہ کعبہ کو ڈھانے اور قرآن مجید کا مذاق اڑانے والے تھے۔ کیا اس بات پر میں خاموش بیٹھ سکتا ہوں کہ تم کتب خانۂ اسکندریہ کے جلائے جانے کی نسبت حضرت عمر فاروقؓ کی ذات گرامی کی طرف کرو جن کے عدل کی گواہی آسمان و زمین دیتے ہیں۔ کیا اس بات کو میں پسند کرسکتا ہوں کہ تم بنی عباس کی تعریف صرف اس وجہ سے کرو کہ تمہارے خیال میں انہوں نے عربوں کو ذلیل و رسوا کیا اور ان کو کتوں کے ہم پلہ قرار دیا یہاں تک کہ یہ بات ضرب المثل بن گئی۔ اور یہ کہ عباسی خلیفہ منصور نے خانہ کعبہ کی تحقیر کے جذبہ سے قبۂ خضراء کی تعمیر کرائی اور حرمین شریفین کی تذلیل کی خاطر انہوں نے وہاں کی رسد روک دی۔ اور یہ کہ خلیفۂ مامون نزولِ قرآن کا منکر تھا اور معتصم باللہ نے سامرا میں ایک کعبہ بنوایا تھا جس کے اردگرد طواف کی جگہ اور منیٰ و عرفات کے نام سے مقامات بنوائے۔]

مصنف تمدنِ اسلام نے اپنی دروغ گوئی اور افتراء پردازی کے لیے جو طریقے اختیار کیے ہیں علامہ نے اس کتاب میں اس پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ مولانا کہتے ہیں:

۱۔ وہ صریح دروغ گوئی اور عمداً کذب بیانی سے کام لیتا ہے۔

۲۔ کسی جزوی واقعہ کو عمومی بنا کر پیش کرتا ہے۔

۳۔ روایات و واقعات کی نقل میں خیانت کرتا ہے اور تحریف سے بھی باز نہیں رہتا۔

۴۔ معتبر تاریخی کتب کے بجائے غیر معتبر مصادر و مراجع اور محاضرات و فکاہات کی کتابوں سے استشہاد کرتا ہے۔ (۱۷)

## جرجی زیدان کی نیت اور مقصد تالیف:

علامہ شبلی نے الانتقاد کے اردو خلاصہ میں اپنی اس تالیف کے اغراض و مقاصد بیان کرتے ہوئے جرجی زیدان کی نیت اوران کے مقصد تالیف پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔وہ لکھتے ہیں:

''ہم کو جن اسباب نے مصنف کی پردہ دری پر آمادہ کیا ہے وہ حسب ذیل ہیں:

۱۔ مصنف یہ کتاب عیسائی بن کر نہیں بلکہ مؤرخ بن کر لکھتا ہے اور اسی حیثیت سے اس تصنیف کو تمام دنیائے اسلام کے سامنے پیش کرتا ہے،......دنیا کی سب سے بڑی خدمت سچائی کا پھیلانا ہے اس لیے اگر مصنف نے غلط بیانی سے کام لیا ہے تو اس نے بنواُمیہ کے ساتھ نہیں بلکہ لٹریچر کے ساتھ،تاریخ کے ساتھ بلکہ کل دنیا کے ساتھ برائی کی ہے۔

۲۔ مصنف کا اصلی مقصد بنوامیہ کی برائیاں ثابت کرنا نہیں ہے بلکہ اس کا روئے سخن عرب کی طرف ہے۔وہ بتصریح کہتا ہے کہ بنوامیہ کی سلطنت خالص عربی سلطنت تھی۔

۳۔ بنوامیہ کے پردہ میں مصنف نے قرنِ اوّل کے عام مسلمانوں کی ہر قسم کی برائیاں ثابت کی ہیں اس لیے ایسے اتہامات کا رفع کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔

۴۔ جن باتوں نے اس کتاب کو تاریخی پایہ سے بالکل گرادیا ہے یعنی تحریف،تعصب،کذب وخدع کا ان سب سے زیادہ استعمال بنوامیہ کے ساتھ ہوا ہے اس لیے اس کی طرف اعتناء کی زیادہ ضرورت تھی۔'' (۱۸)

علامہ شبلی اپنی کتاب الانتقاد میں لکھتے ہیں:

''ان تمام باتوں سے صرف نظر مصنف نے یہ کتاب تمدن اسلام کے بیان میں لکھی ہے،اموی خلفاء کے عیوب اور مساوی سے اس کا کیا تعلق؟ ممکن ہے یہ کہا جائے کہ تمدن اسلام کے ضمن میں طرز حکومت اور سیاست کا ذکر بھی ضروری ہے کہ وہ حکومت عدل وانصاف پر مبنی تھی یا جور واستبداد پر؟ اور اس طرح سے بات بنوامیہ کے عیوب تک پہنچ گئی۔تو کیا اموی خلفاء وحکمرانوں میں سے کوئی بھی ایسا نہیں تھا جس نے کوئی قابل ذکر کارنامہ انجام دیا ہو،یا کوئی ایسی پالیسی اختیار کی ہو جو ملک ورعایا کے لیے مفید رہی ہو؟ بنوامیہ کا موازنہ خلفائے راشدین سے نہیں کیا جاسکتا اور یہ کوئی عیب اور شرم کی بات نہیں۔کیوں کہ خلفائے راشدین کے بلند مرتبہ تک پہنچنا عام انسانوں کے بس کی بات نہیں۔لیکن موازنہ اور مقابلہ امویوں اور عباسیوں کے بیچ ہے۔یہ خلفاء نہ تھے بلکہ سلاطین تھے۔ان میں اچھے بھی ہیں اور برے بھی،عادل بھی ہیں اور ظالم بھی،عابد وزاہد بھی ہیں اور عیش پرست بھی،سنجیدہ اور ذمہ دار بھی ہیں اور غافل ولاپرواہ بھی۔پس اگر مصنف نے عدل وانصاف سے کام لیا ہوتا اور سب کو اس کا حق دیتا تو وہ بھی راحت سے رہتا اور ہم بھی۔لیکن اس نے ایک کی مدح کرڈالی اور دوسرے کی عیب جوئی اور مذمت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔'' (۱۹)

## عجمیوں کے تئیں عربوں کا رویہ:

جرجی زیدان نے اپنی کتاب میں **عصبیۃالعرب علی العجم** کے عنوان سے ایک باب قائم کیا ہے، جس میں انہوں نے نہایت شدومد کے ساتھ یہ ثابت کیا ہے کہ اہل عرب اپنے ماسوا تمام قوموں کو حقیر سمجھتے تھے اور یہ رویہ ان کا عجمی مسلمانوں کے ساتھ بھی تھا۔ ان کی تحقیر وتذلیل کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے تھے۔ بنوامیہ کے زمانہ میں عربوں کا قومی غرور منتہائے کمال کو پہنچ گیا تھا۔ وہ غیر عرب مسلمانوں کے ساتھ غلاموں جیسا برتاؤ کرتے تھے۔ عربوں میں کنیت مجد وشرافت کی علامت ہے۔ عرب اپنے ماسوا لوگوں کو ان کے ناموں سے پکارتے تھے۔ نماز میں ان کے مدمقابل کھڑا ہونا انہیں گوارا نہیں تھا۔ عربوں کا یہ مقولہ تھا کہ تین چیزوں کے سامنے سے گزرجانے سے نماز فاسد ہوجاتی ہے گدھا، کتا یا موالی (یعنی غیر عرب)۔ جرجی زیدان نے خلفاء بنی امیہ پر یہ الزام بھی لگایا ہے کہ انہوں نے تمام اہم مذہبی عہدوں سے غیر قوموں کو الگ تھلگ کر رکھا تھا بلکہ ان کے درپے آزار رہا کرتے تھے، وغیرہ وغیرہ۔

علامہ شبلی نے جرجی زیدان کے مذکورہ بالا الزامات واتہامات کی انتہائی مدلل انداز میں تردید کی ہے اور یہ واضح کیا ہے کہ مصنف نے چند متعصب اور شدت پسند عربوں کے اقوال واعمال کو عمومی حیثیت دے کر اسے تمام عربوں کے سر منڈھ دیا ہے۔ مولانا لکھتے ہیں:

''جو شخص بھی عرب اور فارس کی تاریخ سے واقف ہے اس سے یہ بات پوشیدہ نہیں کہ اسلام سے پہلے اہل فارس عربوں کو حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے اور انہیں کمتر سمجھتے تھے۔...... اللہ نے جب عربوں کو اسلام سے مشرّف کیا تو عرب عجمیوں کے ہم پلہ ہوگئے۔...... عربوں کے لیے یہ فخر کا موقع تھا مگر شریعت اسلامی میں اس قسم کے فخر ومباہات کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔...... اس کے باوجود عرب وعجم میں کچھ لوگ ایسے ضرور تھے جن کے سینے میں عداوت کے جذبات باقی رہے اور اسی نے بالآخر یہ شکل اختیار کی کہ دو مدمقابل گروہ پیدا ہوگئے۔ ایک گروہ شعوبیوں کا تھا جو عربوں کو حقیر سمجھتا تھا اور ان کی عیب جوئی میں لگا رہتا تھا۔ اس جماعت کے سرخیل ابوعبیدہ مثنیٰ تھے۔ انہوں نے عرب کے ایک ایک قبیلہ کے مطاعن پر الگ الگ کتابیں لکھی ہیں اس کے مدمقابل دوسرا گروہ متعصب عربوں کا تھا۔ علامہ ابن عبدربہ نے اپنی کتاب **العقد الفرید** میں ایک مستقل باب قائم کرکے دونوں گروہوں کے اقوال جمع کردیئے ہیں۔ چنانچہ چند متعصب عربوں کے انہیں اقوال کو بنیاد بنا کر مصنف نے عام عربوں کو مطعون ومجروح کیا ہے۔ خود علامہ ابن عبدربہ نے ان عربوں کے لیے ''**أصحاب العصبیة من العرب**'' کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔''(۲۰)

علامہ شبلی نے الانتقاد میں ابوالعباس المبرّد کی کتاب **الکامل** سے ایک طویل اقتباس نقل کرکے یہ دکھایا ہے کہ متعصب عربوں کے سوا عام عرب، موالی اور غیر عرب مسلمانوں کے ساتھ حد درجہ حسن سلوک سے پیش آتے تھے۔ نیز یہ بھی ثابت کیا ہے کہ اموی عہد میں موالی انتہائی بلند مناصب پر فائز تھے اور عام عربوں کے علاوہ اموی خلفاء بھی ان کی عزت وتوقیر میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے تھے۔ مولانا لکھتے ہیں:

**''إعلم أن البلاد التی کانت عواصم الأقالیم و قواعد ها فی عصر بنی أمیة هی مکة و**

المدينة و البصرة و الكوفة و اليمن و مصر و الشام و الجزيرة و خراسان و كان لكل هذه الأصقاع إمام يقودهم و يسود عليهم ...... و كل هولاء غير إبراهيم النخعى كانوا من الموالى و بعضهم أبناء الإماء و مع كونهم أعجاما و كونهم أولاد الإماء كانوا سادة الناس و قادتهم تذعن لهم العرب و تحترمهم خلفاء بنى امية و لاة الأمر .''(۲۱)

[ترجمہ: بنی امیہ کے دور میں جو شہر مرکزی حیثیت رکھتے تھے وہ مکہ، مدینہ، کوفہ، بصرہ، یمن، مصر، شام، جزیرہ اور خراسان تھے اور ان تمام شہروں میں کوئی نہ کوئی مذہبی پیشوا یا رہنما ہوتا تھا جس کی لوگ اطاعت کرتے تھے۔......اور ان تمام ائمہ میں ایک ابراہیم نخعی کو چھوڑ کر سب کے سب موالی تھے یا باندیوں کے بطن سے تھے۔اس کے باوجود وہ عامۃ الناس کے قائد و سردار تھے۔عرب ان کی بات مانتے تھے اور اموی خلفاء و حکام ان کا احترام کیا کرتے تھے۔]

علامہ شبلی نے نام لے لے کر اس عہد کے غیر عرب علماء و فقہاء، ائمہ، تابعین و تبع تابعین کا ذکر کیا ہے جن کے ساتھ مصنفِ تمدن اسلام کے بقول تعصب روا رکھا جاتا تھا۔مولانا نے لکھا ہے کہ عہد اموی میں حج کے زمانہ میں مناوی پکارتا تھا کہ عطاء بن اُبی رباح کے سوا کوئی فتویٰ نہ دینے پائے۔اور یہ حضرت عطاء ایک سندھی خاتون کے بطن سے تھے اور اُس وقت کے شیخ الحرم تھے۔(۲۲)

اسی طرح جرجی زیدان کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ اہل عرب غیر عرب کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے تھے اور یہ تعصب سب سے زیادہ بنو امیہ کے زمانہ میں تھا۔اور اس پر استدلال انہوں نے العقد الفرید سے کیا ہے۔جبکہ مولانا نے یہ واضح کر دیا ہے کہ ابن عبد ربہ نے اس قول کی نسبت ایک فرد واحد نافع بن جبیر کی طرف ہے اور اس طرح مصنف نے جزوی واقعہ اور ایک فرد کے قول کے لیے پوری عرب قوم کو متہم قرار دے دیا ہے جیسا کہ مصنف تمدن اسلام کی عام روش ہے۔(۲۳) اس سے قطع نظر مولانا نے مشہور تابعی حضرت سعید بن جبیر کا نام بطور مثال پیش کیا ہے، جو ایک حبشی غلام تھے اور انہیں خود اموی گورنر حجاج بن یوسف نے کوفہ میں نماز کا امام مقرر کیا تھا۔حالانکہ اس وقت کوفہ میں عربوں کی آبادی اچھی خاصی تھی۔(۲۴)

یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ ابوالعباس المبرد اور ابن عبد ربہ دونوں موالی تھے لیکن دونوں نے چند متعصب عربوں کو چھوڑ کر عجمیوں کے تئیں عام عربوں کے رویہ کی تعریف کی ہے اور سراہا ہے۔

## خانۂ کعبہ اور قرآن مجید کی بے حرمتی:

جرجی زیدان نے اپنی کتاب میں الاستهانة بالقرآن و الحرمين کے عنوان سے جو باب قائم کیا ہے اس میں انہوں نے یہ دکھایا ہے کہ اموی اور عباسی خلفاء شعائرِ اسلام کی توہین کیا کرتے تھے اور چونکہ مصنف نے بنو امیہ کو بطور خاص اپنی تنقید و تشنیع کا ہدف بنایا ہے اس لیے انہوں نے اموی خلیفہ عبدالملک بن مروان کے بارے میں لکھا ہے کہ جب انہیں اپنے خلیفہ بنائے جانے کی اطلاع ملی تو وہ قرآن مجید کی تلاوت کر رہے تھے۔یہ خبر سن کر انہوں نے قرآن مجید کو بند کر کے کہا ''هذا فرق بينى و بينک''، جس کا مطلب یہ ہے کہ اب میری آپ سے جدائی ہے۔

الانتقاد میں علامہ شبلی نے ان واقعات پر تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی ہے اور تاریخ کے معتبر حوالوں کی روشنی میں مصنف کے خیالات کی سختی سے تردید کرتے ہوئے ان کے معاندانہ اور متعصبانہ حملوں کا جواب دیا ہے۔ مولانا نے لکھا ہے کہ عبدالملک خلیفہ ہونے سے پہلے سخت عابد و زاہد تھا۔ ان کا شمار مدینہ کے بڑے فقہا میں ہوتا تھا۔ خود مصنف کا بیان ہے کہ جب انہیں خلیفہ ہونے کی اطلاع ملی تو وہ قرآن مجید کی تلاوت میں مشغول تھے، ظاہر ہے خلافت کا بارگراں سنبھالنے کے بعد اس یکسوئی اور انہماک سے قرآن مجید کو پڑھنے کا موقع اب کہاں مل سکتا تھا۔ اسی لیے انتہائی درد بھرے انداز میں، نہایت حسرت و افسوس کے ساتھ قرآن مجید کو مخاطب کرتے ہوئے یہ الفاظ کہے، جس کو جرجی زیدان نے قرآن کی توہین اور اس سے بیزاری سے تعبیر کیا ہے۔ مولانا فرماتے ہیں غور کرو ایک شخص جس نے تیس برس زہد و تقویٰ میں بسر کیے ہوں اور جس سے بڑھ کر مدینہ میں کوئی عابد و زاہد نہ ہو، جس سے بڑے بڑے محدثین نے حدیث روایت کی ہو، جو خلافت پانے سے ایک منٹ پہلے تک قرآن مجید کی تلاوت میں مصروف رہا ہو وہ خلافت ملنے کے ساتھ ہی دفعتاً مرتد ہو جائے اور قرآن سے ہمیشہ کے لیے دست بردار ہو کر خانۂ کعبہ پر چڑھائی کر دے، یہ بات مصنف جرجی زیدان کے سوا اور کس کے خیال میں آسکتی ہے۔ (۲۵) مولانا نے اس بات کی وضاحت کی ہے کہ عبدالملک بار خلافت سنبھالنے کے بعد بھی فرائض و سنن میں مشغول رہتا، روزہ رکھتا، نماز پڑھتا اور حج کرتا تھا۔

جرجی زیدان نے عبدالملک پر ایک دوسرا الزام خانۂ کعبہ کی توہین کا لگایا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ جو شخص قرآن کی بے حرمتی کر سکتا ہے اس سے خانۂ کعبہ کی توہین کوئی تعجب انگیز بات نہیں ہو سکتی۔ عبدالملک نے اپنے گورنر حجاج بن یوسف کو کھلی چھوٹ دے دی تھی کہ وہ خانۂ کعبہ پر منجنیق سے سنگ باری کرے اور عین اسی کے اندر عبداللہ بن زبیر کا سر ان کے تن سے جدا کر دے۔

علامہ شبلی واقعہ کی صحیح تصویر پیش کرنے کے بعد اس الزام کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ عبداللہ بن زبیر اور عبدالملک دونوں خلافت کے دعویدار تھے اور اپنی اپنی فتوحات بڑھاتے جاتے تھے۔ عبدالملک نے تخت نشینی کے آٹھ سال بعد حجاج کو ابن الزبیر کا محاصرہ کرنے کے لیے بھیجا۔ حجاج کا مقصد صرف عبداللہ بن زبیر سے قتال کرنا تھا اور چونکہ وہ خانۂ کعبہ میں پناہ گزیں ہو گئے تھے اس لیے حجاج کعبہ پر منجنیق نصب کرنے کے لیے مجبور ہو گیا۔ لیکن اس نے کعبہ پر سنگ باری نہیں کی بلکہ اس کا اصل نشانہ وہ اضافہ تھا جو ابن زبیر نے اپنے زمانہ میں کیا تھا اور اہل شام جسے ناجائز خیال کرتے تھے۔ علامہ شبلی کا کہنا ہے کہ جب نبی کریمؐ نے اپنی خواہش کے باوجود حطیم کو خانۂ کعبہ میں شامل نہیں فرمایا تو اس معاملے میں حضرت عبداللہ بن زبیر کو بھی احتیاط برتنی چاہیے تھی کیونکہ انہیں اسباب کی بناء پر حجاج نے عوام کو ابن زبیر کے خلاف اکسایا اور یہ سانحہ پیش آیا۔ مولانا مزید لکھتے ہیں کہ فقہ کا ایک مسئلہ ہے کہ اگر باغی خانۂ کعبہ میں پناہ لیں تو ان کو گرفتار کرنا یا ان پر حملہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بہت سے فقہاء اس کو جائز سمجھتے ہیں۔ بنوامیہ اور ان کے طرف داروں کے نزدیک ابن زبیر باغی تھے۔ مولانا کہتے ہیں کہ حجاج کا مقصد خانۂ کعبہ یا حرم کی توہین نہیں تھا۔ اسی لیے اس حادثہ کے فوراً بعد انہوں نے مسجد حرام کی صفائی کرائی اور خانہ کعبہ کی عمارت کی از سر نو تعمیر کی اور یہی تعمیر آج تک موجود ہے۔

باقی رہی یہ بات کی حجاج نے عبداللہ بن زبیر کو خود کعبہ کے اندر قتل کیا اور غلافِ کعبہ میں آگ لگا دی، تو یہ سراسر غلط ہے۔ جرجی زیدان نے اسے ابن عبدربہ کی العقد الفرید سے نقل کیا ہے۔ علامہ شبلی فرماتے ہیں کہ اس طرح کے واقعات میں ایسی

کتابوں سے استناد کرنا مصنف کی دسیسہ کاری ہے جس کا وہ عادی ہے، ورنہ ابن الزبیر کے قتل کا واقعہ تاریخ کی معتبر اور متداول کتابوں طبری اور ابن اثیر وغیرہ میں موجود ہے اور وہی معتبر ہے۔ طبری وغیرہ میں صراحتاً مذکور ہے کہ عبداللہ بن زبیر کے قتل کا سانحہ حجون میں پیش آیا اور انہیں قبیلۂ مراد کے ایک شخص نے قتل کیا تھا۔(۲۶)

## بنوعباس اور جرجی زیدان:

علامہ شبلی نے الانتقاد میں جرجی زیدان سے اس بات کا شکوہ بھی کیا ہے کہ اگر انہوں نے بنوامیہ کے اس قسم کے واقعات کو ایک مستقل عنوان کے تحت جمع کیا ہے تو یہی طریقۂ کار انہیں بنوعباس کے ساتھ بھی روا رکھنا چاہیے تھا، لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ علامہ شبلی لکھتے ہیں: ''مصنف نے جس قدر بنوامیہ کی مذمت اور برائی کی ہے اسی قدر بنوعباس کی مدح اور تعریف کی ہے، لیکن اس لحاظ سے نہیں کہ وہ کوئی عربی سلطنت تھی بلکہ اس بنا پر کہ وہ ایرانی سلطنت تھی۔ چنانچہ وہ عباسی حکومت کو ایرانی حکومت قرار دیتا ہے۔ تاریخ التمدن الاسلامی جلد چہارم میں اس نے عباسیوں کی سلطنت کا جہاں ذکر کیا ہے اس کا عنوان ''العصر الفارسی الأوّل'' لکھا ہے۔(۲۷)

اسی طرح خلفائے بنی عباس کے ضمن میں جرجی زیدان نے لکھا ہے کہ عباسیوں کے زمانہ میں ایرانیوں نے یہ خیال کیا کہ جب تک عرب اور حرم کعبہ کا اثر کم نہ کیا جائے گا ہم کو کامیابی نہ ہوگی، اس لیے انہوں نے خلیفہ منصور کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ عراق میں کعبہ کا جواب بنوائے۔ چنانچہ منصور نے خانۂ کعبہ کی تحقیر کے لیے ایک عمارت بنائی جس کا نام قبۂ خضراء رکھا۔

جرجی زیدان نے خلیفہ منصور ہی پر ایک دوسرا الزام یہ لگایا ہے کہ اس نے مدینہ منورہ کا غلّہ روک کر اس کی بے حرمتی کی۔ خلیفہ معتصم باللہ کے متعلق لکھا ہے کہ اس کے مقرب امراء نے جب حج کی خواہش ظاہر کی تو اس کو یہ جدائی شاق گزری چنانچہ اس نے سامرا میں ایک کعبہ تعمیر کرایا اور اس کے اردگرد طواف کی جگہ اور منیٰ و عرفات کے نام سے مقامات بنوائے۔

علامہ شبلی نے الانتقاد میں مصنف کے بیان کردہ مذکورہ بالا واقعات کا نہایت تفصیل اور انتہائی دقت نظری کے ساتھ جائزہ لیا ہے، اور یہ واضح کیا ہے کہ جرجی زیدان نے قبۂ خضراء کی تعمیر کے ذکر میں تاریخ کے حوالہ کے بجائے خلیفہ منصور کے ایک حریف محمد نفس ذکیہ کے ایک خطبے کو بنیاد بنایا ہے جو تاریخ طبری میں منقول ہے۔ علامہ شبلی اس خطبہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

> ''یہ منصور کے ایک دشمن کے الفاظ ہیں کیا اس سے کسی تاریخی واقعہ کا اثبات ہوسکتا ہے۔ منصور کا زمانہ ائمہ، مجتہدین، محدثین اور فقہاء سے معمور تھا۔ کیا اس زمانہ میں کسی کو یہ جرأت ہوسکتی تھی کہ کعبہ کا جواب بنائے، کیا ایسا خلاف امکان واقعہ صرف ایک مخالف کی شہادت سے ثابت کیا جاسکتا ہے۔''(۲۸)

یہی حال مدینہ منورہ کا غلّہ روک دینے کی روایت کا بھی ہے۔ اس میں مدینہ منورہ کی تحقیر کا کوئی جذبہ کارفرما نہیں تھا۔ بلکہ یہ خلیفہ منصور کی ایک سیاسی تدبیر تھی جو انہوں نے اختیار کی۔ علامہ شبلی لکھتے ہیں:

> ''واقعہ یہ ہے کہ محمد بن عبداللہ ایک مدت سے خلافت کا خیال پکا رہے تھے۔ جب انہوں نے علانیہ علم بغاوت

بلند کیا تو چونکہ وہ مدینہ منورہ میں مقیم تھے اس لیے منصور نے وہاں رسد کا بھیجنا بند کرادیا،...... یہ بغاوت فرو کرنے کی ایک تدبیر تھی، اس کا حرمین کی تحقیر سے کیا تعلق ہے۔'' (۲۹)

اس واقعہ کے نقل اور اس سے استدلال میں جرجی زیدان نے جس قدر مکر وفریب اور دروغ گوئی سے کام لیا ہے علامہ شبلی نے تاریخ طبری کے حوالہ سے اسے بالکل واضح اور مبرہن کر دیا ہے۔

خلیفہ معتصم کے ذریعہ کعبہ بنانے، جائے طواف بنانے اور منیٰ وعرفات تعمیر کرانے کی روایات جرجی زیدان نے مقدسی کی **احسن التقاسیم** سے لی ہے، کسی دوسرے ماخذ سے اس کی تصدیق نہیں ہوتی۔ اس کے برخلاف تاریخ طبری میں معتصم کے ضمن میں سال بہ سال حج کا ذکر موجود ہے جیسا کہ عام دستور تھا۔ اس زمانے میں امام حنبل علیہ الرحمۃ اور دوسرے علماء وفقہاء موجود تھے مگر کسی نے ان پر یہ الزام نہیں لگایا۔ بالفرض اگر ایسا ہوا ہوتا تو وہ اس پر خاموش رہنے والے نہیں تھے۔ اس لیے صرف ایک روایت کی بناء پر ایسے خلاف امکان واقعہ کو ثابت نہیں کیا جاسکتا۔

جرجی زیدان نے عباسیوں کے خصائص حکومت اور ان کے مفاخر میں یہ بھی شمار کیا ہے کہ ان کے زمانہ میں عرب یہاں تک کہ ذلیل ہو گئے تھے کہ کسی کو عرب کہنا بدترین لقب بن گیا تھا۔ جرجی زیدان کے نزدیک عباسی اس وجہ سے قابل مدح ہیں کہ انہوں نے عربوں کو فوج سے اور عہدہ ہائے ملکی سے نکال دیا۔ ان کے زمانے میں عرب کتوں کے برابر حقیر ہو گئے تھے۔ انہوں نے سلطنت کے تمام اختیارات مجوسیوں کو دے دیئے تھے۔ علامہ شبلی نے ان باتوں کے نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ: ''معلوم نہیں عباسی بھی ان باتوں کو اپنے مفاخر میں قبول کریں گے یا نہیں۔'' (۳۰)

علامہ شبلی نے الانتقاد میں لکھا ہے کہ عباسیوں کے لیے وجہ افتخار خاندانِ نبوت سے نسبت، بیت اللہ شریف کی پاسبانی، حرمین شریفین کی خدمت، اسلام کا داعی اور قرآن کا نقیب ہونا ہے، نہ کہ بغداد میں قبۂ خضراء اور سامرا میں کعبہ کی تعمیر یا مدینہ منورہ کی رسد روکنا جیسا کہ ہمارے فاضل مصنف جرجی زیدان سمجھتے ہیں۔ (۳۱)

## خلفائے راشدین اور جرجی زیدان:

جرجی زیدان نے تاریخ التمدن الاسلامی میں نہ صرف اموی خلفاء کو ہدف ملامت بنایا ہے بلکہ بنو عباس کو بھی نہایت عیاری کے ساتھ مجروح ومطعون کیا ہے لیکن انہوں نے اسی پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ خلفائے راشدین پر بھی انتہائی لطیف انداز میں طعن و تشنیع کی ہے۔ وہ خلفائے راشدین کے دور کو اصول فطرت کے موافق نہیں سمجھتے بلکہ اس کو مستثنیات عامہ میں داخل کرتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ خلفائے راشدین کی سیاست عام طور پر اصول تمدن وسیاست ملکی کے مناسب نہیں تھی، اس لیے ارباب علم اس سیاست کو اس عجیب زمانہ کے علاوہ کسی اور زمانہ کے لیے قابل عمل نہیں سمجھتے تھے۔ اس لیے ایسی مذہبی خلافت کا ملکی سیاست سے بدل جانا ایک ناگزیر امر تھا۔ (۳۲)

علامہ شبلی الانتقاد میں مصنف کی مکاری وفریب کاری سے پردہ کشائی کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''المؤلف حرفة تأليف الكتب مكتسبابه وهو يعرف حق المعرفة أنه لوانتقد على الخلفاء الراشدين و نال منهم تصريحا كسد سوقه و خابت صفقة، فدبّر لذلک حيلا، لايكاد يتفطن لها اللبيب المتيقظ فضلا عن البليد المتساهل، ...... و اذا كررّت النظر في كلامه و تصفحت مافيه و جمعت ماهومبدد و نظمت ماهو مفرق تكاد تستيقن أن الخلفاء كانوا من أشد اعداء العلم و أنهم أبادوا الكتب والخزانات و اضطهدوا أهل الذمة و جعلوهم أذلاء لايؤذن لهم ولا يؤبه بهم.''(۴۳)

[ترجمہ: مصنف نے تصنیف وتالیف کوکسب معاش کا ذریعہ بنایاہے، وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ اگر اس نے صراحتاً خلفائے راشدین کو ہدف تنقید وملامت بنایا تو اسے کساد بازاری کا سامنا کرنا پڑسکتا ہے اور یہ اس کے لیے گھاٹے کا مودا ثابت ہوسکتا ہے۔ چنانچہ اس کے لیے اس نے ایسے ایسے حلیے اختیار کیے جس کو عام آدمی تو درکنار اچھے اچھے ذہین وفطین بھی اس کو بمشکل ہی بھانپ پائیں گے۔..... جب آپ اس کے کلام کا بنظر غائر جائزہ لیں گے اوراس کے تمام بیانات کو یکجا کریں گے تو آپ کو اس کی بات سے یہ یقین ہونے لگے گا کہ خلفائے راشدین علم کے دشمن تھے انہوں نے کتابوں اور کتب خانوں کو برباد کیا، ذمیوں پر ظلم ڈھائے اوران کو حقیر اور ناقابل اعتناء سمجھا۔]

یہاں اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ مصنف نے کتب خانۂ اسکندریہ کے جلائے جانے کی نسبت خلیفۂ ثانی حضرت عمر فاروقؓ کی طرف کی ہے۔

کتب خانۂ اسکندریہ کے موضوع پر یورپ میں کافی بحثیں رہی ہیں اور یورپین مؤرخین و محققین کی ایک بڑی تعداد اس واقعہ کو من گھڑت اور بے بنیاد مانتی ہے۔ البتہ مسلم مؤرخین میں علامہ شبلی کو یہ اولیت حاصل ہے کہ انہوں نے اس واقعہ کا مفصل جائزہ لیا اوراس پروپیگنڈہ کی شدت کے ساتھ تردید کی کہ اسکندریہ کے کتب خانہ کو فتح مصر کے وقت مسلمانوں یا خلیفۂ دوم نے جلایا تھا۔ علامہ شبلی نے الانتقاد میں دلائل کی روشنی میں اس بات کو ثابت کیا ہے کہ مصر میں مسلمانوں کے داخلہ سے قبل ہی کتب خانۂ اسکندریہ تباہ و برباد ہوچکا تھا۔ علامہ شبلی جرجی زیدان کے دلائل پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''تاریخ کی تمام معتبر اور مستند کتابیں اس واقعہ کے ذکر سے خالی ہیں۔ البتہ دو مسلمان مؤرخین عبداللطیف بغدادی اور جمال الدین قفطی نے صرف یہ روایت بیان کی ہے مگر اس ضمن میں یہ بات ملحوظ رکھنی ہوگی کہ یہ دونوں مؤرخ چھٹی اور ساتویں صدی کے ہیں اور یہ دونوں اپنی روایات کا ماخذ اور سند نہیں ذکر کرتے۔''(۴۴)

ان مباحث کے علاوہ علامہ شبلی نے الانتقاد میں جزیہ کی حقیقت اوراس کی غرض وغایت پر مفصل بحث کی ہے اور جرجی زیدان کی تحریروں کے متعدد اقتباسات نقل کرکے بدلائل یہ ثابت کیا ہے کہ اس نے کذب بیانی و دروغ گوئی کے ذریعہ جزیہ کے طریقۂ حصول کی غلط تصویر پیش کی ہے۔ علامہ شبلی نے اس موضوع پر ''الجزية'' کے نام سے عربی میں ایک مستقل رسالہ بھی تصنیف کیا ہے۔ علامہ شبلی نے اس کتاب میں حضرت امیر معاویہ، عبدالملک بن مروان اور ولید کی مختصر سوانح بھی درج کردی ہے جن کو

مصنفِ تمدنِ اسلام نے بطور خاص اپنی تنقید کا نشانہ بنایا تھا۔علاوہ ازیں اس کتاب میں قرنِ اوّل کے مسلم حکمرانوں کی علم دوستی، ادب نوازی اور علماء پروری کی داستان بھی درج ہے۔ یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے الانتقاد میں ''نشر المعارف و العلم '' کے عنوان سے جو مضمون شامل کتاب ہے وہ دراصل مولانا سید سلیمان ندوی کا ہے جسے انہوں نے اپنے استاذ علامہ شبلی کے ایماء پر سپردِ قلم کیا تھا۔

یہ ہے الانتقاد کے چند اہم مباحث کا مختصر جائزہ، جو تمدنِ اسلام کے مصنف جرجی زیدان کی دروغ گوئی، افترا پردازی اور علمی بددیانتی سے پردہ اٹھانے کے لیے کافی ہے۔ان سے علامہ شبلی کے کام کی عظمت، علمی جلالت اور مؤرخانہ بصیرت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ بلاشبہ یہ کتاب علامہ کی دینی غیرت اور عربوں کے تئیں ان کی حمیت کا جیتا جاگتا نمونہ ہے اور ان کے ذریعہ دفاع اسلام کے سلسلہ میں کی جانے والی مساعی جمیلہ کا ایک بہترین عکس بھی۔

## الانتقاد کا اسلوب اور اس کی علمی و ادبی قدر و قیمت:

علامہ شبلی نے الانتقاد کی تالیف کے لیے عربی زبان کا انتخاب کیا تا کہ جرجی زیدان کے مسموم افکار کا خاتمہ عرب وعجم ہر جگہ سے ہو سکے بعد میں اس کتاب کی تلخیص اردو زبان میں کی، لکھتے ہیں: ''اصل مضمون عربی میں ہے یہ روح اردو میں نہ آسکی، اس کی وجہ یہ ہے کہ طبیعت کا زور عربی مِس مصروف تھا کیونکہ اصلی مخاطب عرب وشام تھے۔'' (۳۵) مولانا اپنی اسی کتاب کے متعلق ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں: ''سو صفحہ کی کتاب ہوگئی ہے اور لٹریچر بھی ایسا ہے کہ مصر والے بھی ہندوستان کو کوئی چیز سمجھیں گے۔'' (۴۶) مولانا نے ایک دوسرے موقع پر اس کی اہمیت کی طرف یوں اشارہ کیا ہے: ''المنار میں یہ رسالہ بتدریج شائع ہوگا خوشی کی بات یہ ہے کہ ہندوستان کی آبرو مصر میں قائم رہی۔'' (۴۷)

یہ کتاب جہاں اپنی تحقیق وتنقید کے لحاظ سے بے مثال ہے وہیں اپنے طرز تحریر اور زبان و بیان کے اعتبار سے بھی قابل ذکر اور لائق تعریف ہے۔اسی وجہ سے مولانا اس رسالہ کو نہ صرف اپنے لیے بلکہ سارے ہندوستان کے لیے سرمایۂ افتخار سمجھتے تھے۔

مولانا سید سلیمان ندوی نے اس کتاب کو عربی ادب کا نمونہ قرار دیا ہے۔ (۳۸) وہ مولانا کے عربی طرزِ تحریر کے متعلق اظہارِ خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''اس رسالہ کی عربی تحریر بڑی اِنشاء پردازانہ ہے مولانا عربی تحریر میں جاحظ کے طرز کے پیرو تھے۔جس زمانہ میں وہ یہ مضمون لکھ رہے تھے جاحظ کی البیـــان و التبیین اور کتــاب الـحیوان اکثر مطالعہ میں رہتی تھی۔'' (۳۹) یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ علامہ شبلی نے جدید عربی زبان واسالیب سے واقفیت کے باوجود اس کتاب میں متقدمین کے اسلوب کی پیروی کی ہے۔اپنی ادبی قدر و قیمت اور اسلوبی خصوصیات سے قطع نظر یہ کتاب اپنے اختصار کے باوجود معلومات کا خزانہ ہے مثلاً مولانا نے اس میں فتح اسکندریہ اور فتح مصر سے متعلق منتخب، معتبر اور موثوق کتابوں کی ایک فہرست دی ہے جن میں ان فتوحات کے متعلق تمام واقعات درج ہیں۔اسی طرح مولانا نے اس کتاب میں تاریخ نویسی کے بعض رہنما اصول کی طرف بھی نشاندہی کی ہے۔ اس کے علاوہ مولانا نے لکھا ہے کہ ابن عبدربہ کی العقد الفرید اور ابوالفرج اصفہانی کی کتاب الأغانی محاضرات کی کتابیں ہیں اس لیے کسی سنگین، سنجیدہ اور مختلف فیہ مسئلہ میں ان جیسی کتابوں کا حوالہ یا ان پر اعتبار درست نہیں۔مولانا نے اموی خلفاء کے ذکر

میں اس بات کی وضاحت کردی کہ عہد امیہ کی بیشتر تاریخ عہد عباسی میں لکھی گئی ہے اور عہد عباسی میں رہ کر بنوامیہ کے محاسن کا ذکر کرنا آسان بات نہ تھی اسی لیے مؤرخین نے اپنی کتابوں میں بنوامیہ کے معائب کا ذکر تو کیا لیکن محاسن پر خاموش رہے۔ اس طرح دولتِ عباسیہ میں رہ کر عباسی خلفاء پر انگلی اٹھانا یا ان کی گرفت کرنا اپنے جان کو جوکھم میں ڈالنے سے کم نہیں تھا۔ علامہ شبلی نے الانتقاد میں اموی گورنر حجاج بن یوسف کا دفاع نہیں کیا ہے بلکہ ان کے معاملے میں انتہائی محتاط رویہ اختیار کیا ہے۔ ایک موقع پر وہ لکھتے ہیں: ''إني اعوذ بالله أن افوم ذابا عن الحجاج و مدافعاعنه.'' ایک دوسری جگہ مولانا نے حجاج اور خالد قسری کے لیے ''اشرار الأمة'' کا لفظ استعمال کیا ہے۔ البتہ اموی گورنر حجاج بن یوسف کا محاسبہ کرنے والوں کو مولانا نے یہ نصیحت بھی کی ہے کہ انہیں سلطنت عباسیہ کے مؤسس ابومسلم خراسانی کے اعمال کا بھی جائزہ لینا چاہیے۔

## تاریخ التمدن الاسلامی کا نیا ایڈیشن اور الانتقاد کی اہمیت وافادیت:

خوشی کی بات یہ ہے کہ مطبع الہلال مصر نے ۱۹۶۸ء میں تاریخ التمدن کا نیا نظر ثانی شدہ ایڈیشن شائع کیا ہے جو ڈاکٹر حسین مونس استاذ تاریخ الاسلام کلیۃ الآداب قاہرہ یونیورسٹی کی تعلیقات وحواشی کے ساتھ منظر عام پر آیا ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ڈاکٹر حسین مونس نے علامہ شبلی کے کام کو آگے بڑھاتے ہوئے اپنی تعلیقات کے ذریعے جرجی زیدان کے بیشتر الزامات کی تردید کردی ہے لیکن وہ جرجی زیدان کی کتاب تاریخ التمدن الاسلام کو منفرد اور عدیم المثال قرار دیتے ہیں۔ ان کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

> ''لم یؤلف أحد من العرب في الموضوع كتابا يشبهه إلى الأن، ..... كان هذا الكتاب فريدا في بابه يوم صدر الاول مرة و لازال فريدا في بابه إلى اليوم.''(۴۰)
>
> [ترجمہ: کسی عرب مصنف نے اب تک اس موضوع پر ایسی کتاب نہیں لکھی، ...... یہ کتاب جب پہلی مرتبہ شائع ہوئی اس وقت بھی اپنے موضوع کی منفرد کتاب تھی اور آج تک اس کی انفرادیت علی حالہٖ برقرار ہے۔]

اگرچہ تاریخ التمدن کے نئے ایڈیشن سے بہت سی باتوں کی اصلاح ہوگئی اور مصنف کی کذب بیانی واضح ہوگئی، لیکن اس کے باوجود علامہ شبلی کے الانتقاد کی اہمیت وافادیت پہلے کی طرح آج بھی مسلم ہے۔ کیونکہ اس کتاب میں مولانا نے اصل مباحث کے علاوہ جرجی زیدان کے متعدد تالیف، ان کی نیت، مذہبی عصبیت اور عرب دشمنی پر کھل کر اظہار خیال کیا ہے۔ جس کی طرف ڈاکٹر حسین مونس نے اپنے نئے ایڈیشن میں کوئی اشارہ نہیں کیا ہے بلکہ اس کے برعکس وہ تاریخ التمدن کو اپنے موضوع پر منفرد اور عدیم المثال تصنیف قرار دیتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ الانتقاد کو اولیت کا شرف حاصل ہے، کیونکہ اس کے ذریعے علامہ شبلی نے تاریخ التمدن کے نئے اور تعلیق شدہ ایڈیشن سے تقریباً پچاس ساٹھ برس پہلے ہی جرجی زیدان کی دسیسہ کاریوں کا جواب دے دیا تھا۔ اس لحاظ سے الانتقاد کی اہمیت وافادیت پہلے کی طرح آج بھی برقرار ہے۔

ایک دوسری چیز جس کی طرف اس کتاب کو پڑھ کر ذہن جاتا ہے وہ یہ کہ جرجی زیدان کا زمانہ تقریباً وہی ہے جب عالم اسلام میں الجامعة الإسلامية کی تحریک (*Pan-Islamic Movement*) زوروشور سے چل رہی تھی۔ تمام ممالک

اسلامیہ کو جوڑنے اوران کے اتحاد کی بات چل رہی تھی، ایسے وقت میں تاریخ التمدن الاسلامی کی تصنیف اوراس میں عرب وعجم کی تفریق یا عربی وایرانی عصبیت کا ذکر، یا عرب اور ترکوں کی باہمی چپقلش کی بات کرنا دراُصل اسلامی اتحاد کو ناکام بنانے کی ایک سوچی سمجھی سازش معلوم ہوتی ہے جس کے اثرات ہم آج تک محسوس کررہے ہیں۔ علامہ شبلی کا اس کتاب کی تردید لکھنا اور جرجی زیدان کی نیت اوران کی شخصیت کو بے نقاب کرنا واقعی ایک بڑا اور لائق تحسین کارنامہ ہے جس کے لیے شبلی پورے عالم اسلام کی طرف سے شکریہ کے مستحق ہیں۔

❁ ❁ ❁

## حواشی وحوالہ جات:

۱۔ مولانا کی عربی تصانیف میں ایک **اسکات المعتدی علی الانصاف المقتدی** ہے جو قرأت فاتحہ خلف الامام کے مسئلہ پر مسلک حنفی کی تائید میں ہے۔ دوسری **تاریخ بدء الإسلام** ہے جو آغاز اسلام اور سیرت نبوی سے متعلق ہے۔ اس کے علاوہ مولانا کی عربی تصانیف میں **الانتقاد**، **الجزیة** اور **انتخاب طبقات ابن سعد** ہیں۔ مولانا حکیم سید عبدالحیٔ حسنی نے **نزھة الخواطر** میں ان کی ایک کتاب **ازالة اللوم فی ذکر اعیان القوم** کا بھی ذکر کیا ہے۔ حیاتِ شبلی اور دوسرے مصادر اس کے ذکر سے خالی ہیں۔ کتاب کا نام عربی میں ہے معلوم نہیں کتاب کس زبان میں ہے اور کہاں ہے۔

۲۔ شبلی نعمانی، **سفر نامہ روم و مصر و شام**، دارالمصنفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ، ۱۹۹۹ء، ص ۳۰۔

۳۔ **علامہ شبلی نعمانی...... معنویت کی بازیافت**، مرتب ڈاکٹر شباب الدین اعظمی، شبلی نیشنل کالج اعظم گڑھ، ۲۰۰۸ء، ملاحظہ ہو مولانا ضیاء الدین اصلاحی کا مقالہ...... علامہ شبلی کے بعض جاوداں کارنامے۔

۴۔ حنا الفاخوری، **الجامع فی تاریخ الادب العربی** (الادب الحدیث)، دارالجیل، بیروت، ۲۰۰۵ء، ص ۱۹۱-۱۹۴

۵۔ سید سلیمان ندوی، **حیات شبلی**، دارالمصنفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ، ص ۴۴۷

۶۔ جرجی زیدان، **تاریخ التمدن الاسلامی**، جلد ۴، مطبعۃ الہلال، مصر، ۱۹۰۴ء، مقدمہ

۷۔ سید سلیمان ندوی، **مقالات شبلی**، دارالمصنفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ، جلد ۴، حاشیہ ص ۱۳۹

۸۔ **مکاتیب شبلی**، مرتبہ سید سلیمان ندوی، مطبع معارف، اعظم گڑھ، ۲۰۱۰ء، ج ۱، ص ۲۶۷

۹۔ **مکاتیب شبلی**، جلد دوم، ص ۱۹۰

۱۰۔ **حیات شبلی**، ص ۴۴۹

۱۱۔ **مکاتیب شبلی**، جلد ۱، ص ۲۶۸، ۲۶۹

۱۲۔ مجلۃ المنار، جلد ۱۵، عدد ۱، ینایر ۱۹۱۲ء، نیز **الانتقاد**، تمہید بقلم الشیخ رشید رضا، ص د

۱۳۔ حیات شبلی، ص۴۴۹
۱۴۔ حیات شبلی، ص۵۸۱
۱۵۔ حیات شبلی، ص۴۵۰
۱۶۔ الشیخ شبلی النعمانی، الانتقاد علی التمدن الاسلامی، دارالمصنفین شبلی اکادمی، اعظم جراہ، طبع ثالث، ص۲
۱۷۔ الانتقاد، ص۵
۱۸۔ مقالات شبلی، جلد۴، ص۱۵۴۔۱۵۶
۱۹۔ الانتقاد، ص۳۶۔۳۷
۲۰۔ الانتقاد، ص۵۔۶
۲۱۔ الانتقاد، ص۹۔۱۰
۲۲۔ الانتقاد، ص۱۰
۲۳۔ الانتقاد، ص۶
۲۴۔ الانتقاد، ص۱۲
۲۵۔ مقالات شبلی، جلد۴، ص۱۵۹
۲۶۔ الانتقاد، ص۱۷۔۲۰
۲۷۔ مقالات شبلی، جلد۴، ص۱۳۶۔۱۳۷
۲۸۔ مقالات شبلی، جلد۴، ص۱۴۲
۲۹۔ مقالات شبلی، جلد۴، ص۱۴۲۔۱۴۳
۳۰۔ مقالات شبلی، جلد۴، ص۱۷۶۔۱۷۷
۳۱۔ الانتقاد، ص۵۰
۳۲۔ تاریخ التمدن الاسلامی، جلد۴، ص۳۸۔۳۹، نیز مقالات شبلی، جلد۴، ص۱۵۵۔۱۵۶
۳۳۔ الانتقاد، ص۵۳
۳۴۔ الانتقاد، ص۶۴۔۶۵
۳۵۔ مکاتیب شبلی، جلد۱، ص۱۹۴
۳۶۔ مکاتیب شبلی، جلد۲، ص۲۲۷
۳۷۔ مکاتیب شبلی، جلد۲، ص۱۸۹
۳۸۔ حیات شبلی، ص۴۴۹
۳۹۔ حیات شبلی، ص۴۵۰
۵۰۔ تاریخ التمدن الاسلامی، جلد۱، مطبعۃ الہلال، مصر، ۱۹۶۸ء، مقدمہ بقلم الدکتور حسین مونس۔

❀ ❀ ❀